خانوادۂ بخاری کا تابندہ گوہر

مولانا حبیب الرحمٰن ہاشمی

لو خانوادۂ بخاریؒ کا چشم و چراغ بلکہ روشن چراغ جس نے مہِ کامل بننا تھا، داغِ مفارقت دے گیا، اِک دِیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی......ع خوش درخشید ولے دولتِ مستعجل بود۔

الیاس میراں پوری نے کپکپاتی آواز میں سید ذوالکفل بخاری کی مرگِ ناگہانی کی خبر دی۔ دیر تک تاسف وحزن میں دل ڈوبا رہا۔ پھر قدرے اطمینان ہوا کہ سید کو (جونجیب ولبیب ہی نہیں بلکہ حبیب بھی تھا) خاکِ حرم نے اپنی آغوش میں لے لیا اور وہ نانی اماں کی گود یا قدموں میں جا سویا۔ اب صبحِ قیامت ان صحابہ، صلحاء وشہداء کے جھرمٹ میں اُٹھیں گے جو وہاں آسودۂ خاک ہیں۔ یہ نصیب! اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔ اِسے کہتے ہیں پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

شب بھر نیند نہیں آئی، ان کی یادوں کی بارات ہجوم کیے رہی، ان حسین اور ذہین چہرہ نگاہوں میں گھومتا رہا میری اشک بار آنکھیں اسے چومتی رہیں۔ گفتگو بڑی شاندار اور جاندار کرتے تھے، گھنٹوں مسلسل کسی بھی موضوع پر بولتے چلے جاتے، فصاحت و بلاغت شیرِ مادر کا اثر تھا۔ زبان کی طلاقت کیساتھ، چشم و ابرو، ہاتھوں کی حرکات سے سامعین کو مسحور کر لیتے بلبل کی طرح چہکتے، شاخِ گل کی طرح لچکتے۔

پکے دیوبندی بلکہ ''احراری'' مگر تعصب یا تنگ نظری، عبوست و یبوست علمی پندار، ہمہ دانی کا زعم، خاندانی نخوت و غرور اور صاحبزادگی کے روگ سے کوسوں دور بلکہ نفور تھے۔ شوخی وظرافت علمی تفوق کے باوجود، عجز وانکسار کا پیکرِ جمیل تھے۔

کتاب دوست، علم پرور، دوست نواز بلکہ دشمن نواز تھے۔ ہمدرد غمگسار بلکہ سارے جہاں کا درد اپنے جگر میں رکھتے۔ دوست بنانا دوستی نبھانا اور دوستوں کی دلچسپیوں اور مرغوبات کا لحاظ خیال شاہ جی فرض سمجھتے اور قرض کی طرح اس کو چکاتے۔ شاہ جی کو دل گداز، چشم پاک بین و پاک باز اور عجز و نیاز حضرتِ حق سے عنایت ہوا حلقۂ یاراں میں ابریشم کی طرح نرم تھے۔ کون تھا جو ان کی زلف گرہ گیر کا اسیر اور ان کی دل ربا اداؤں پہ فریفتہ نہ تھا۔ اب کہاں سے لاؤں تجھ سا کہیں جسے

مشہور ہے کہ حضرت شاہ جیؒ جب چاہتے اپنے سامعین کو رلا دیتے جب چاہتے ہنسا دیتے مگر ہمارا سید رلاتا نہیں ہنساتا تھا۔ ان کے مخزن میں لطائف وظرائف کا انبار تھا۔ جدت اور تنوع برمحل بھی ہوتے۔ ان کے ترکش میں طنز وتعریض کے تیر بھی رہتے تھے جو مناسب موقعوں پر استعمال کرتے اور خوب کرتے۔ حاضر دماغ حاضر جواب۔

دوستوں کی ہر طرح کی مدد کرتے، مالی بھی اور جانی بھی۔ سفارش کرنے میں بخل نہیں تھا۔ کہا کرتے سفارش تعلقات کی زکوٰۃ ہے قاریوں اور لکھاریوں کی مدد کرتے۔ کہاں سے کیا مواد دستیاب ہوسکتا ہے ''تابعدار جن'' کی طرح پلک

جھپکتے شاہ جی وہ مواد یا کتاب مہیا فرما دیتے۔ اس علمی تعاون یا قلمی مدد پر ایک عجیب کیف و سروران کے چہرے پر جھلکتا بلکہ چھلکتا مگر اس احسان کو کبھی زبان پر نہ لاتے بلکہ احسان مندی کے ذکر سے محجوب ہوتے۔

مطالعہ وسیع، عمیق، متنوع اور سریع تھا یوں لگتا کتاب پڑھتے نہیں سونگھتے ہیں۔ کالم لکھے اور خوب لکھے تقاریظ اور تبصرے بھی جاندار ہوتے، لگی لپٹی نہ رکھتے کتاب یا مضمون کا جو درجہ ہوتا وہی اس کو ملتا۔

تجدُّد مآب، اباحیت زدہ، دشمنانِ دین وطن کی طرف سے جب کلوخ اندازی ہوتی تو شاہ جی کا قلم شمشیر بے نیام ہوجاتا۔ حریف کو لاجواب کرنا بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ کیسا ہی سورما ہوتا، شاہ جی اڑنگے میں لاکر یوں پٹخنی دیتے کہ حریف چاروں شانے چت ہوتا۔ علم، استدلال، زورِقوت، برجستگی، بے ساختگی، روانی جولانی اور طنز وظرافت ان کی تحریر کا خاصہ۔ مبدءِ فیض سے شعر وادب کا پاکیزہ ذوق بھی ملا تھا۔ شعر کہتے تھے مگر آزاد۔ شاید وہ اپنے فکرِ آزاد کو بحور میں مقید نہیں کرنا چاہتے تھے۔

اساتذہ کے سیکڑوں اشعار نوکِ زبان تھے۔ موقع محل کی مناسبت سے یوں جڑتے جیسے انگشتری میں نگینہ۔ پھر اپنی ذہین و چمکدار نگاہیں مخاطب پر گاڑ دیتے اور دادطلب ہوتے۔ ان کی معیت میں دسیوں سفر ہوئے۔ اس بار خانقاہ سراجیہ ہم دونوں گئے تمام راستے مختلف موضوعات پر بات ہوتی رہی، وہاں مخدوم زادہ گرامی مولانا عزیز احمد سے طویل گفتگو ہوئی، خوب مجلس جمی۔ یہاں یہ بلبلِ ہزار داستان طوطی شیریں مقال احتیاط واحترام کے دائرے میں محصور ہوجاتا۔ صاحبزادگان بھی بہت احترام سے پیش آتے، بڑی قدر فرماتے۔ حضرت والا کی مجلس میں تمام تر توجہ سمیٹ لیتے، حضرت کی نگاہِ التفات شاہ جی پر پڑتی اور خوب پڑتی، حاضرین کو رشک آتا۔ اس آخری سفر میں مجھ سے فرمایا۔ ''آپ سے دعاؤں کی درخواست ہے'' میں نے کہا شاہ جی کمال کرتے ہیں کیا پدی کی پدی کا شوربا! فرمانے لگے۔ ''میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں کہ آپ کو ہمارے خاندان سے تعلق ہے۔ صبیح الحسن پروان چڑھے اور علمی کام مضبوط بنیادوں پر کرلے۔ دار بنی ہاشم میں ایک شاندار منتخب ومرتب لائبریری قائم ہو۔ میں نے عرض کیا اللہ کرے کہ صبیح الحسن آپ کی توقعات سے کہیں بڑھ کر کامران وفیض رساں بنے۔ آمین۔

خانوادۂ امیر شریعت کی نیک اور سچی یادگار بھی ہماری نظروں سے روپوش ہوگئی۔ سدا رہے نام اللہ کا ہم فرقت کے ماروں کا دل سوگوار ہے۔ آنکھ اشک بار ہے مگر زباں وہی بولے گی جس کی تعلیم اللہ کے آخری نبی نے دی:

وللّٰہ ما اخذ ولہ مااعطیٰ وکل شیٔ عندہ باجل مسمی

میرا کوتاہ قلم ان کی صفات وکمالات اور خدمات کا احاطہ نہ کرسکا بلکہ کچھ بھی بیان نہ کرسکا۔ البتہ میں نے تعمیلِ حکم میں کوتاہی نہ کی یوں کفیل شاہ جی اور مرحوم کی روح سے شرمندہ ہونے سے بچ گیا۔